قومیں

یہ جرمنی کا واقعہ ہے میرے ایک دوست اَسّی کی دہائی میں جرمنی میں کام کرتے تھے۔ یہ زرعی آلات کی فیکٹری تھی، میرا دوست صبح سات بجے فیکٹری جاتا تھا اور شام پانچ بجے واپس آ جاتا تھا، یہ روز کا معمول تھا۔ ایک رات یہ گھر میں بیٹھا تھا، فیکٹری سے اس کے جرمنی کولیگ کا فون آ گیا، کولیگ کو ڈیزائن کی فائل نہیں مل رہی تھی، میرا دوست رات کو کولیگ کا فون سن کر حیران رہ گیا، وہ جرمن کولیگ اس کے ساتھ دفتر سے گھر گیا تھا چنانچہ اس کا دوبارہ دفتر جانا اور رات کو دس بجے اسے فون کرنا اچنبھے کی بات تھی۔ میرا دوست گھر سے فیکڑی چلا گیا وہ فیکٹری پہنچا تو وہاں کا ماحول دیکھ کر پریشان ہو گیا، فیکٹری کی تمام لائٹس آن تھیں، مشینیں چل رہی تھیں، دفتر کھلا تھا اور جرمنی مزدور دھڑا دھڑ کام کر رہے تھے، میرے دوست نے فائل نکالی، اپنے کولیگ کو دی اور اس سے پوچھا ''تم لوگ یہاں کیا کر رہے ہو'' جرمن کولیگ نے حیرت سے کہا '' کیا تم نہیں جانتے ہم جرمن شام کے کھانے کے بعد دوبارہ فیکٹری آتے ہیں اور رات بارہ بجے تک کام کرتے ہیں'' میرے دوست کو یہ معلوم نہیں تھا، اس نے معذرت کر لی، جرمن کولیگ بولا ''ہم جرمن پورے ملک میں رات کے وقت بھی دو تین گھنٹے کام کرتے ہیں'' میرے دوست نے پوچھا '' کیا یہ اوور ٹائم ہوتا ہے؟'' اس نے جواب دیا ''نہیں، ہم یہ کام مفت کرتے ہیں'' میرے دوست نے پوچھا ''اور کیا یہ تمام جرمنوں کی عادت ہے'' اس نے جواب دیا ''ہاں یہ پورے جرمنی میں تمام سرکاری اور غیر سرکاری اداروں میں ہوتا ہے۔ ہم لوگ شام کے وقت گھر جاتے ہیں، بچوں سے ملتے ہیں، کھانا کھاتے ہیں، چائے کافی پیتے ہیں اور دوبارہ دفتر آ جاتے ہیں، کام کرتے ہیں اور رات گئے واپس چلے جاتے ہیں'' میرے دوست نے پوچھا ''تمہیں اس کا کیا فائدہ ہوتا ہے؟'' اس نے جواب دیا ''ہم یہ کام مالی فائدے کے لیے نہیں کرتے، یہ نیشنل سروس ہے اس کا فائدہ پوری قوم کو ہوتا ہے، دوسرا ایکسٹرا کام کی وجہ سے ہماری مہارت میں بھی اضافہ ہو جاتا ہے، ہم اپنے کام میں زیادہ ماہر ہو جاتے ہیں'' میرے دوست نے پوچھا ''لیکن آپ لوگ ہم غیر ملکیوں کو اس سروس میں شامل کیوں نہیں کرتے'' اس نے جواب دیا '' آپ ہمارے مہمان ہیں، آپ پیسے کمانے کے لیے جرمنی آئے ہیں ہم آپ پر بوجھ نہیں ڈالنا چاہتے، ہم جرمن بھی اس کے پابند نہیں ہیں، ہم رات کی شفٹ میں فیکٹری نہیں آتے تو ہمیں کوئی پوچھ نہیں سکتا مگر ہم میں سے اکثریت اسے اپنی ذمہ داری سمجھ کر یہاں آ جاتی ہے'' میرے دوست نے اس سے آخری سوال پوچھا ''لیکن تمہارے ایکسٹرا کام کا فائدہ فیکٹری کے مالک کو ہوتا ہے، اس کی دولت میں اضافہ ہو رہا ہے، تم فائدے میں شیئرز طلب کیوں نہیں کرتے؟'' اس نے ہنس کر جواب دیا ''میں کماؤں یا میرا مالک کمائے فائدہ بہرحال جرمن قوم کو ہوگا۔ میرے کام سے میرے مالک کو زیادہ بچت ہوگی، یہ اس بچت سے دوسری فیکٹری لگائے گا، اس فیکٹری میں نئی جابز نکلیں گی اور ان جابز سے میرے کسی بھانجے، بھتیجے، بھائی بہن یا بچی کو فائدہ ہوگا۔ لہٰذا مجھے اس معاملے میں بخل سے کام نہیں لینا چاہئے'' یہ دلائل سن کر میرے دوست کے ماتھے پر پسینہ آ گیا۔

میرے دوست کے لیے حیرانی کی دوسری بات ڈیوٹی کی پابندی تھی، وہ بار بار دیکھتا تھا اس کے جرمن کولیگز رات دو بجے تک شراب پیتے ہیں، ڈسکو کلبز میں ڈانس کرتے ہیں بڑی مشکل سے گرتے پڑتے، ٹیکسیوں اور بسوں پر گھر پہنچتے ہیں لیکن صبح آٹھ بجے وقت مقررہ پر دفتر ہوتے ہیں، میرا دوست انہیں جب نشے میں دیکھتا تھا تو یہ سمجھتا تھا یہ صبح وقت پر نہیں اُٹھ سکیں گے لیکن یہ نہ صرف وقت پر اُٹھتے تھے بلکہ یہ کام پر بھی پہنچتے تھے اور معمول کے مطابق کام بھی کرتے تھے۔ میرے دوست نے جرمنوں کی یہ دونوں عادتیں بتائیں تو مجھے اس کے ساتھ ہی جاپانی قوم یاد آ گئی۔ جاپانی قوم بھی کام کے معاملے میں ان تھک ہے۔ جاپانی کمپنیوں کے ساتھ کام کرنے والے پاکستانی تاجر بتاتے ہیں کہ ہم جس وقت جاپان فون کرتے ہیں ہمیں ان کے دفتر کھلے ملتے ہیں اور دوسری طرف سے باقاعدہ رسپانس بھی ملتا، مجھے چند دن قبل لاہور کے ایک دوست نے دلچسپ بات بتائی، یہ دوست جاپان سے کاغذ امپورٹ کرتا ہے، دوست نے بتایا مجھے جاپان سے اکثر رات کے وقت فون آ جاتا ہے، وہ لوگ مال کے بارے میں پوچھتے ہیں یا پھر بتاتے ہیں، میں نے ایک دن ان سے پوچھ لیا آپ لوگ

© AL-HUDA INTERNATIONAL WELFARE FOUNDATION

کام کس وقت سٹارٹ کرتے ہیں‘‘انہوں نے جواب دیا’’ہم صبح ساڑھے چھ بجے دفتر آجاتے ہیں‘‘میں نے پوچھا واپس کب جاتے ہیں‘‘انہوں نے جواب دیا’’عموماً رات کے سات آٹھ بج جاتے ہیں‘‘میں نے پوچھا’’کیا دفتر کے تمام لوگ اسی وقت آتے ہیں‘‘اس نے جواب دیا’’نہیں بعض لوگ صبح پانچ، ساڑھے پانچ بجے آجاتے ہیں اور ہمارے بعد گھر جاتے ہیں‘‘میں نے پوچھا’’کیا ان لوگوں کو اوور ٹائم ملتا ہے‘‘اس نے جواب دیا نہیں ہم اوور ٹائم نہیں لیتے ہم کام ختم کرنا اپنی ذمہ داری سمجھتے ہیں ہم میں سے جو شخص کوئی کام شروع کرتا ہے وہ اس وقت تک گھر نہیں جاتا جب تک وہ کام مکمل نہیں ہو جاتا‘‘میں نے پوچھا لیکن تمہیں اس مشقت سے کیا ملتا ہے‘‘اس نے جواب دیا’’تسکین، اطمینان اور خوشی‘‘۔

یہ جرمنی اور جاپان دو ایسے ملکوں کی مثالیں ہیں جو دوسری جنگ عظیم میں مکمل طور پر تباہ ہوگئے، برطانیہ اور اس کے اتحادیوں نے دوسری جنگ عظیم کے بعد جرمنی کو آپس میں تقسیم کرلیا، کساد بازاری اور افراط زر کی حالت یہ تھی کہ چائے کیتلی سے کپ میں گرتے گرتے مہنگی ہو جاتی تھی، لوگ بوریوں میں نوٹ بھر کر لے جاتے تھے اور بڑی مشکل سے ایک کلو آلو ملتے تھے، جرمنی کا ہر دوسرا مرد قبرستان میں تھا اور پہلا زخمی اور جنگ کے دس سال بعد تک خواتین کو شادی کے لیے مرد نہیں ملتے تھے۔ جاپان کی حالت اس سے بھی پتلی تھی، جاپان کے دو جدید اور صنعتی شہر ناگاساکی اور ہیروشیما ایٹم بم سے تباہ ہوگئے، جنگ میں ناکامی کی وجہ سے پوری قوم ڈی مورالائزڈ تھی۔ امریکیوں نے جاپان کے تمام وسائل پر قبضہ کرلیا۔ فوج ختم کردی، ہتھیار ضبط کرلیے اور شہریوں کو جبری مشقت پر لگا دیا لیکن صرف دس برسوں میں جاپان اور جرمنی نہ صرف اپنے قدموں پر کھڑے تھے بلکہ یہ ترقی کی دوڑ میں سرپٹ بھاگتے ملکوں کی فہرست میں بھی شامل تھے۔ آج ہم جرمنی اور جاپان کی ترقی کو دیکھتے ہیں تو ہماری ٹوپیاں فرش پر آجاتی ہیں اور ہم اپنے آپ سے پوچھتے ہیں’’کیا کبھی ہم بھی جاپان یا جرمنی بن سکیں گے‘‘اور اس کے ساتھ ہی ہمارے ذہن میں ہمالیہ جتنا بڑا’’نہیں‘‘ جگمگانے لگتا ہے۔ ہم جرمنی اور جاپان کیوں نہیں بن سکتے اس کی واحد وجہ ہمارا رویہ ہے، ہم کام نہیں کرتے، ہم اٹھارہ کروڑ لوگوں میں سے نوّے فی صد لوگ کام کو توہین سمجھتے ہیں اور باقی جو دس فی صد کام کرتے ہیں یہ بھی بوجھ سمجھ کر سر سے پٹختے رہتے ہیں۔ آپ صبح دفتروں کا چکر لگا کر دیکھ لیجئے ہمارے سرکاری اور غیر سرکاری دفتروں میں دس ساڑھے دس بجے تک حاضری پوری نہیں ہوتی اور لوگ چار بجے سے پہلے گھروں کو رخصت ہو چکے ہوتے ہیں اور ان چار ساڑھے چار گھنٹوں کے درمیان چائے، لنچ اور دو نمازوں کے وقفے بھی آتے ہیں، ہم مسلمان ہیں ہم پر نماز فرض ہے لیکن ڈیوٹی چھوڑ کر، کام چھوڑ کر اور سائلوں کو سخت سردی اور گرمی میں بیٹھا کر ڈیوٹی ٹائم کے دوران نماز پڑھنا ٹھیک ہے؟ آپ کو دنیا کے کسی ملک میں دفتروں، فیکٹریوں یا ورک پلیسز پر مندر، چرچ یا سیناگوگ نہیں ملے گا کیونکہ لوگ ڈیوٹی کے دوران عبادت کو اچھا نہیں سمجھتے، ہمیں نماز ضرور پڑھنی چاہئے لیکن ہمیں نماز کے وقت کے برابر اپنی ڈیوٹی بڑھا لینی چاہئے، ہمیں پانچ کے بجائے ساڑھے پانچ یا چھ بجے تک ڈیوٹی کرنی چاہئے تاکہ ہم اپنا وہ وقت پورا کرسکیں جس کا ہم معاوضہ لے رہے ہیں۔ اسی طرح ہم لوگ صرف ڈیوٹی پر آنے کا معاوضہ لیتے ہیں ہم کام، کام کی تکمیل اور کام کی نفاست کا معاوضہ نہیں لیتے چنانچہ ہم دفتروں اور فیکٹریوں سے یوں بھاگ کر باہر نکلتے ہیں جیسے وہاں آگ لگ گئی ہو۔ ہم اپنے کام کو دوسروں کا کام سمجھتے ہیں اور ہمارا رویہ بھی ملک کو معاشی قدموں پر کھڑا نہیں ہونے دے رہا۔ ہم اگر اس ملک کو جرمنی یا جاپان دیکھنا چاہتے ہیں تو پھر جاپانیوں اور جرمنوں کی طرح کام کرنا ہوگا ورنہ ہم اسی طرح بھیک مانگتے رہیں گے۔

ماخوذ جاوید چوہدری

© AL-HUDA INTERNATIONAL WELFARE FOUNDATION

الھدیٰ انٹرنیشنل ویلفیئر فاؤنڈیشن

اسلام آباد: 7-اے کے بروہی روڈ H-11/4 اسلام آباد پاکستان
فون: 1-4866130-51-92+ 9-4866125-51-92+

پبلی کیشنز
AL HUDA PUBLICATIONS

کراچی: 30-اے سندھی مسلم کوآپریٹو ہاؤسنگ سوسائٹی کراچی پاکستان
فون: 34528548-21-92+ 34528547-21-92+

www.alhudapk.com
www.farhathashmi.com

06010062